An Najihun
INSTITUTE

سیدنا

محمد بن مسلمہ

رضی اللہ عنہ

ایک جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی ایمان افروز سیرت

مصنف:
شیخ عبدالوھاب حفظہ اللہ

سیدنا محمد بن مسلمہ انصاریؓ

ایک مجاہد اور فتنوں سے محفوظ صحابیِ رسول ﷺ

صحابۂ کرامؓ کی جماعت میں بعض شخصیات ایسی ہیں جن کی زندگی بیک وقت کئی روشن عنوانات کا مجموعہ نظر آتی ہے۔ ان میں شجاعت بھی ہوتی ہے، امانت بھی، اطاعت بھی، زہد بھی، بصیرت بھی، اور فتنوں کے زمانے میں حق پر قائم رہنے کی بے مثال قوت بھی۔ سیدنا محمد بن مسلمہ انصاریؓ انہی جلیل القدر شخصیات میں سے ہیں۔ وہ بدری صحابی ہیں، اکابرِ انصار میں سے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے معتمد رفقاء میں شمار ہوتے ہیں، سرایا و غزوات میں نمایاں کردار رکھتے ہیں، اور بعد کے دور میں خصوصاً فتنوں کے زمانے میں ان کا طرزِ عمل اہلِ حق کے لیے ایک عظیم نمونہ بن جاتا ہے۔ ان کی سیرت میں ہمیں ایک ایسے صحابی کی جھلک ملتی ہے جو میدانِ جہاد میں تلوار کا مرد ہے، دشمن کے مقابلے میں نہایت جری ہے، ریاستی امور میں نہایت امین ہے، مگر جب مسلمانوں کے درمیان خونریزی کا دور آتا ہے تو وہ نبوی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھ روک لیتا ہے اور فتنہ کی آگ میں ایندھن بننے کے بجائے سلامتی، احتیاط اور آخرت کی راہ اختیار کرتا ہے۔ یہی جامعیت سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی شخصیت کو نہایت ممتاز بناتی ہے۔

نام، نسب، کنیت اور قبیلہ

آپ کا نام محمد بن مسلمہ بن سلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعۃ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ہے۔ آپ انصاری، اوسی، حارثی تھے اور بنو عبد الاشہل کے حلیف شمار ہوتے تھے۔ آپ کی مشہور کنیت ابو عبد الرحمن ہے، اگرچہ بعض اہلِ علم نے ابو عبد اللہ اور ابو سعید بھی ذکر کی ہیں۔ اہلِ سیر نے آپ کے حالات میں خاص طور پر یہ بات ذکر کی ہے کہ آپ ان خوش نصیب افراد میں سے تھے جن کا نام زمانۂ جاہلیت ہی میں محمد رکھا گیا تھا۔ یہ ایک اہم تاریخی نکتہ ہے، کیونکہ بعثتِ نبوی سے پہلے عرب میں یہ نام عام نہ تھا، بلکہ چند معدودے اشخاص کے بارے میں یہ ذکر ملتا ہے کہ ان کا نام پہلے ہی محمد رکھا گیا تھا۔

قبیلہ اور خاندانی پس منظر

آپ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا، اور اوس و خزرج وہ دو عظیم انصاری قبائل ہیں جنہوں نے اسلام کی نصرت، مہاجرین کی معاونت، اور مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ اسلام کی تاریخ میں انصار کا باب درحقیقت وفاداری، ایثار، قربانی اور نصرتِ دین کا باب ہے۔ سیدنا محمد بن مسلمہؓ اسی انصاری ماحول میں پروان چڑھے جہاں شرافتِ نسب کے ساتھ قوتِ کردار بھی موجود تھی، اور بعد میں یہی ماحول ان کے ایمان، جرأت اور دینی خدمات میں پوری طرح منعکس ہوا۔

ولادت اور زمانۂ جاہلیت

واقدی اور دیگر اہلِ سیر کے بیان کے مطابق سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی ولادت بعثتِ نبوی سے بائیس سال پہلے ہوئی۔ اس لحاظ سے جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپؓ اپنے جوانی کے مراحل میں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ میں اسلام کی دعوت پہنچنے کے بعد محمد بن مسلمہؓ نے جیسے ہی اس مبارک دعوت کے متعلق سنا تو فوری سرِ تسلیم خم کیا، پھر اس پر اس طرح استقامت اختیار کی گئے کہ سب غزوات ماسوائے ایک کے، اکثر سرایا میں شریک رہے۔ اس کے علاوہ ان اَصحاب رسول ﷺ میں سے تھے جنہیں دربار نبوی میں خصوصی مقام حاصل تھا اور آپ خدماتِ نبوی اور بعد کے پُر آشوب ادوار میں بھی اسی طرح ثابت قدم رہے۔

جسمانی خدوخال اور ظاہری ہیئت

اہلِ علم نے آپ کے جسمانی اوصاف بھی نہایت وضاحت سے ذکر کیے ہیں۔ آپ اَسمر یا شدید السمرۃ تھے، یعنی آپ کی رنگت گہری سانولی تھی۔ آپ طویل القامت تھے، یعنی قد آور تھے۔ آپ کو اَصلع بھی کہا گیا، یعنی سر کے اگلے حصے کے بال کم تھے یا جڑ چکے تھے۔ مزید یہ کہ آپ مضبوط جثے اور بارعب بدن کے مالک تھے۔ بعض روایات میں آپ کو وقور بھی کہا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت میں رعب، سنجیدگی اور متانت جمع تھی۔ یہ اوصاف صرف ظاہری حلیے کی خبر نہیں دیتے بلکہ ایک ایسے مجاہد، ذمہ دار نمائندے اور باوقار صحابی کی تصویر سامنے لاتے ہیں جس کی شخصیت خود اپنے اندر اعتماد، صلابت اور سنجیدگی رکھتی ہو۔

قبولِ اسلام

سیدنا محمد بن مسلمہؓ مدینہ منورہ میں سیدنا مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے، اور یہ شرف انہیں اُس وقت حاصل ہوا جب مدینہ میں اسلام ابھی اپنی ابتدائی دعوتی منزل میں تھا۔ ابنِ سعد نے صراحت کی ہے کہ آپ کا اسلام سیدنا اسید بن حضیر اور سیدنا سعد بن معاذؓ کے اسلام سے پہلے ہوا۔ یہ بات آپؓ کے قدیم الاسلام ہونے کی واضح دلیل ہے۔ یہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ آپ کا اسلام کسی سیاسی دباؤ، قبائلی رجحان یا اجتماعی فضا کے غلبے کے تحت نہ تھا، بلکہ حق کے ابتدائی ظہور کے وقت اسے قبول کرنا بذاتِ خود صدقِ نیت اور سلامتِ قلب کی دلیل ہے اور بعد کی زندگی نے ثابت کر دیا کہ یہ اسلام محض ابتدائی جوش کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ شعور، وفاداری اور عملی قربانی کے ساتھ جڑا ہوا ایمان تھا۔

رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کا رسول اللہ ﷺ سے تعلق محض اطاعتِ امیر کا تعلق نہیں تھا، بلکہ اس میں محبت، تعظیم، فدائیت اور مکمل وابستگی جمع تھی۔ ان کی اپنی زبان سے منقول یہ کلمات اس تعلق کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں: يا بني سلوني عن مشاهد النبي عليه السلام ومواطنه، فإني لم أتخلف عنه في غزوة قط إلا واحدة في تبوك خلفني على المدينة، وسلوني عن سراياه ﷺ فإنه ليس منها سرية تخفى علي، إما أن أكون فيها أو أن أعلمها حين خرجت. اے میرے بیٹو! تم مجھ سے نبی کریم ﷺ کے غزوات اور آپ کے مختلف مواقع کے بارے میں پوچھا کرو، کیونکہ میں کسی بھی غزوے میں آپ سے پیچھے نہیں رہا، سوائے ایک کے، یعنی تبوک، جس میں آپ نے مجھے مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ اور آپ ﷺ کے سرایا کے بارے میں بھی مجھ سے پوچھا کرو، کیونکہ آپ کا کوئی سریہ ایسا نہیں جس کا علم مجھ سے پوشیدہ ہو؛ یا تو میں خود اس میں شریک ہوتا تھا یا جب وہ روانہ ہوتا تھا تو مجھے اس کی خبر ہوتی تھی۔ یہ قول سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے قلبی تعلق، عملی رفاقت اور سیرتِ نبوی سے غیر معمولی واقفیت کی روشن دلیل ہے۔ یہ صرف ایک فخر کا بیان نہیں، بلکہ ایک صحابی کے اس شعور کا اظہار ہے کہ اس نے اپنی زندگی کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت، خدمت اور نصرت کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا۔

مؤاخات اور نبوی اعتماد

رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان جو مؤاخات قائم فرمائی، اس میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ کا بھائی چارہ سیدنا ابو عبیدہ بن الجراحؓ جو سابقون الاِسلام، عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور امین الامت تھے ان کے ساتھ قائم فرمایا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بعض غزوات میں انہیں مدینہ منورہ پر اپنا جانشین بھی مقرر فرمایا۔ بعض اہلِ علم نے اس کو غزوۂ تبوک سے متعلق بیان کیا ہے، جبکہ بعض نے غزوۂ قرقرۃ الکدر کا ذکر کیا ہے۔ مدینہ جیسے مرکزِ اسلام پر کسی صحابی کو نائب مقرر کرنا ایک معمولی منصب نہ تھا، بلکہ یہ نبوی اعتماد، دیانت اور انتظامی صلاحیت کی بڑی شہادت تھی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ صرف مجاہد ہی نہ تھے بلکہ نظم و ضبط، ذمہ داری اور امانت و دیانت کے حامل مزاج میں بھی ممتاز تھے۔

غزوۂ بدر میں شرکت

سیدنا محمد بن مسلمہؓ ان جلیل القدر اَصحابِ رسول میں سے ہیں جو اہلِ بدر میں سے ہیں، اور یہ ان کے سب سے بڑے فضائل میں سے ایک ہے کیونکہ اَصحابِ بدر کو رسول اللہ ﷺ کی لسان مبارک سے یہ خوشخبری سنائی گئی کہ:لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ بے شک اللہ عزوجل نے اہل بدر پر جھانکا اور فرمایا، آئندہ تم جو چاہو کرو تمہارے لیے جنت ثابت ہو چکی ہے۔(صحیح بخاری:۳۹۸۳)۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کے قول کے مطابق اَصحابِ بدر زمین پہ افضل ترین گروہ تھا، اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کے مطابق اَصحاب بدر کسی بھی جنگ مین شریک ہونے والے مجاہدین سے زیادہ افضل ہیں اسی لئے سیدنا عمرؓ نے جب مسلمانوں کے وظائف مقرر کئے تو اہل بدر کو سرفہرست رکھا کیونکہ غزوۂ بدر وہ فیصلہ کن مرحلہ تھا جس نے اسلام کی تاریخ کا رخ متعین کیا۔ جب قلیل جماعتِ مومنین ایک بڑی قوت کے مقابل کھڑی ہوئی، تو سیدنا محمد بن مسلمہؓ بھی اس جماعتِ مخلصین میں شامل تھے۔ اہلِ بدر کا مقام قرآن و سنت میں غیر معمولی ہے، اور اسی لیے محققینِ سیر ان کے بدری ہونے کو ان کے بنیادی مناقب میں شمار کرتے ہیں۔

گستاخِ رسول ﷺ یہودی سردار کعب بن اشرف کے قتل میں محمد بن مسلمہؓ کا کردار

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی سیرت کا ایک عظیم اور مشہور باب کعب بن اشرف کے قتل سے متعلق ہے۔ کعب بن اشرف نہایت خبیث المزاج، اسلام دشمن اور بدعہد شخص تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ طی کی شاخ بنو نبہان سے تھا اور اس کی ماں قبیلہ بنی نضیر سے تھی۔ یہ بڑا مالدار اور سرمایہ دار تھا۔ عرب میں اس کے حسن وجمال کا شہرہ تھا اور یہ ایک معروف شاعر بھی تھا۔ اس کا قلعہ مدینے کے جنوب میں بنو نضیر کی آبادی کے پیچھے واقع تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا، مشرکینِ مکہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا، اور مدینہ کے ماحول کو خراب کرنے کے لیے اشتعال انگیز شاعری اور سیاسی شرارتوں کا سہارا لیتا تھا۔ اسے جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور سردارانِ قریش کے قتل کی پہلی خبر ملی تو بے ساختہ بول اٹھا: کیا واقعتاً ایسا ہوا ہے؟ یہ عرب کے اشراف اور لوگوں کے بادشاہ تھے۔ اگر محمد نے ان کو مار لیا ہے تو روئے زمین کا شکم اس کی پشت سے بہتر ہے۔ اس کے بعد یہ مکہ گیا اور قریش کو حوصلہ دیا اور انہیں کہا تم نے گھبرانا نہیں پھر مدینہ واپس آکر اس کی شرارت مزید بڑھ گئی اور وہ مسلمان خواتین کے بارے واہیات فحش اشعار کہنے لگا جب کعب بن اشرف اپنی گستاخیوں، عہد شکنی، اشتعال انگیزی اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے میں حد سے بڑھ گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: من لكعب بن الأشرف؟ فإنه آذى الله ورسوله کہ کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا، کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے؟ اس پر سیدنا محمد بن مسلمہؓ فوراً کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: أنا يا رسول الله، أتحب أن أقتله؟ قال: نعم. قال: فاذن لي أن أقول شيئا. قال: قل. یارسول اللہ! میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اگر کچھ حکمتِ عملی کے طور پر بات کرنی پڑے تو کیا اجازت ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

اس کے بعد سیدنا محمد بن مسلمہؓ نے نہایت دانائی، جرأت اور تدبیر کے ساتھ منصوبہ بندی کی۔ ان کی زمانہ جاہلیت سے کعب بن اشرف سے شناسائی تھی اسی کا سہارا لیتے وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور ایسی گفتگو کی جس سے اسے یہ گمان ہوا کہ مسلمان بظاہر بعض مالی تنگیوں اور مشکلات میں مبتلا ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے مال و دولت کا تقاضا کیا ہے۔ اس گفتگو کا مقصد صرف یہ تھا کہ کعب کو اعتماد میں لے کر اس کے شبہات دور کر دیے جائیں تاکہ وہ آئندہ ملاقات کے وقت بے فکر ہو جائے۔ سیدنا محمد بن

مسلمہؓ نے نہایت مہارت سے بات کو اس رخ پر ڈالا کہ ہتھیار بطورِ رہن لانے کی صورت طے ہوگئی، اور یوں آئندہ کارروائی کی راہ ہموار ہوگئی۔

اسی تدبیر کا دوسرا حصہ ابو نائلہؓ کے ذریعے مکمل ہوا، اور یوں پوری مہم کی بنیاد دراصل سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی قیادت، جرأت اور ذہانت پر قائم تھی۔ جب مناسب وقت آیا تو یہ مختصر جماعت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی، بقیع غرقد تک ان کے ساتھ تشریف لے گئے، ان کے لیے دعا فرمائی: انطلقوا على اسم الله، اللهم أعنهم اللہ کے نام لے کر جاؤ۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے۔ اور واپس آکر عبادت و مناجات میں مشغول ہوگئے۔

رات کے وقت یہ جماعت کعب بن اشرف کے قلعے کے قریب پہنچی۔ منصوبے کے مطابق اسے باہر بلایا گیا۔ جب وہ اطمینان کے ساتھ باہر آگیا اور کچھ دور چل پڑا تو اچانک اس پر حملہ کیا گیا۔ شروع میں تلواروں کے وار مؤثر نہ ہوئے، تو اس نازک لمحے میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ نے فیصلہ کن اقدام کیا۔ انہوں نے فوراً آگے بڑھ کر اپنی کدال اس کے پیٹ کے نچلے حصے میں اس زور سے ماری کہ وہ آر پار ہوگئی اور کعب بن اشرف وہیں ڈھیر ہوگیا۔ اس طرح اس خطرناک مہم کا آخری اور فیصلہ کن مرحلہ بھی سیدنا محمد بن مسلمہؓ ہی کے ہاتھوں مکمل ہوا۔

واپسی کے دوران ایک ساتھی زخمی ہوگئے تھے، لیکن جماعت بحفاظت واپس آئی اور رسول اللہ ﷺ کو کامیابی کی خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افلحت الوجوه (یہ چہرے کامیاب رہیں۔ ان لوگوں نے کہا) :ووجهك يا رسول الله (آپ ﷺ کا چہرہ بھی اے اللہ کے رسول!) اور اس کے ساتھ ہی اس طاغوت کا سر آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے اس کے قتل پر اللہ کی حمد و ثنا کی اور حارث کے زخم پر لعابِ دہن لگادیا جس سے وہ شفایاب ہوگئے اور آئندہ کبھی تکلیف نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے خیر و کامیابی کی دعا فرمائی۔ اس واقعے کے بعد یہود پر سخت رعب طاری ہوگیا اور انہیں اندازہ ہوگیا کہ جو لوگ مدینہ کے امن، عہد و پیمان اور اسلامی معاشرے کے استحکام کے خلاف سازش کریں گے، ان کے ساتھ محض نرمی ہی نہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر قوت کے ساتھ بھی نمٹا جائے گا۔

اس پورے واقعے میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ کا کردار سب سے نمایاں نظر آتا ہے: وہ سب سے پہلے اس خدمت کے لیے اٹھے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت لی، پوری تدبیر کے ساتھ منصوبہ بنایا، دشمن کو اعتماد میں لیا، مہم کی قیادت کی، اور آخر میں اپنے ہاتھ سے فیصلہ کن ضرب لگا کر اس فتنہ کے سرغنہ کا خاتمہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ ان کی شجاعت، اطاعت، وفاداری، حاضر دماغی اور نبوی اعتماد کی ایک روشن دلیل سمجھا جاتا ہے۔

غزوۂ اُحد میں کردار

غزوۂ اُحد میں جب رسول اللہ ﷺ جنگ سے قبل رات شیخین کے مقام پہ گزاری۔ لہٰذا آپ ﷺ نے یہیں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اور یہیں رات بھی گزارنے کا فیصلہ کیا۔ پہرے کے لیے پچاس صحابہؓم منتخب فرمائے جو کیمپ کے گرد وپیش گشت لگاتے رہتے تھے۔ ان کے قائد محمد بن مسلمہ انصاریؓ تھے۔ اس کے بعد جنگ میں بھی شریک ہوئے جب اس روز مسلمانوں پر سخت گھڑی آئی اور بعض لوگ منتشر ہوگئے، تو سیدنا محمد بن مسلمہؓ اُن افراد میں شامل تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ غزوۂ اُحد میں جب نبی کریم ﷺ زخمی ہوگئے، جسمِ اطہر سے خون بہنے لگا، اور آپ ﷺ اس قدر نڈھال ہوگئے کہ پیاس محسوس فرمانے لگے، تو اُحد پہاڑ کے دامن میں سیدنا علیؓ نہایت سرعت کے ساتھ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے لیکن ڈھال خون وغیرہ لگنے سے اس قدر صاف نہیں تھی، نبی کریم ﷺ نے اس سے پانی پینا چاہا، لیکن اس سے آنے والی بدبو کی وجہ سے طبیعتِ مبارک میں ناگواری محسوس ہوئی، چنانچہ آپ ﷺ نے وہ پانی نوش فرمانے کے بجائے اسی سے اپنا چہرۂ انور دھولیا۔ یہ منظر دیکھ کر سیدنا محمد بن مسلمہؓ فوراً پانی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ وہ قریب کے ایک چشمے سے مشکیزے میں صاف، شیریں اور خوش ذائقہ پانی بھر کر لائے۔ نبی کریم ﷺ نے وہ پانی نوش فرمایا اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

غزوہ بنی نضیر میں محمد بن مسلمہؓ رسول اللہ ﷺ کے قاصد

غزوہ احد کے بعد مدینہ میں موجود یہودی قبیلے بنو نضیر کی شرارت اور سازشیں بڑھنے لگیں اسی دوران دیت کے ایک معاملے میں نبی کریم ﷺ کا بنو نضیر کے ہاں جانا ہوا تو بجائے تعاون کے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی اور جہاں آپ ﷺ موجود تھے رسول اللہ ﷺ پہ بھاری چکی گرانا چاہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو اطلاع دے دی اور آپ ﷺ

فوری وہاں سے اٹھ کر روانہ ہو گے اور مدینہ واپس آکر آپ ﷺ نے فوراً ہی محمدؓ بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس روانہ فرمایا اور انہیں یہ نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینے سے نکل جاؤ۔ اب یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے اس کے بعد جو شخص پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔ اس نوٹس کے بعد یہود کو جلاوطنی کے سوا کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آیا۔

غزوہ احزاب اور غزوہ بنی قریظہ

غزوۂ احزاب میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ نے دوسرے جانثارانِ رسول ﷺ کی طرح اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ نہایت ثابت قدمی سے حصہ لیا۔ سخت سردی، خوف، بھوک، تھکن اور انتہائی ناموافق حالات کے باوجود انہوں نے خندق کھودنے میں بھرپور کردار ادا کیا، اور پھر پورے محاصرے کے دوران رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو ذمہ داریاں ان کے سپرد کی گئیں، انہیں پوری وفاداری اور استقامت کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور ان کے حلیفوں کو پسپا کر دیا اور غزوۂ احزاب کا خطرہ ٹل گیا، تو نبی کریم ﷺ نے فوراً عہد شکن یہودی قبیلے بنو قریظہ کی سرکوبی کے لیے پیش قدمی فرمائی۔ اس مرحلے میں بھی سیدنا محمد بن مسلمہؓ نے نہایت اہم خدمت انجام دی۔ جب بنو قریظہ نے ہتھیار ڈال دیے اور ان کی مزاحمت ختم ہو گئی، تو رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق ان کے مردوں کو قابو میں کرنے، ان کے ہاتھ پاؤں باندھنے، اور عورتوں اور بچوں کو الگ رکھنے کا انتظام سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی نگرانی اور قیادت میں انجام پایا۔ پھر فیصلہ نافذ ہونے تک وہ سب ان ہی کی نگرانی میں رہے۔

ان سب جنگوں میں قابلِ غور نکتہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی وہ شخصیت نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے جو میدانِ جہاد میں بھی مضبوط ہے، نظم وضبط میں بھی قابلِ اعتماد ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سپرد کی گئی ہر ذمہ داری کو قوت، دیانت اور کامل اطاعت کے ساتھ انجام دینے والی ہے۔

سریۂ محمد بن مسلمہؓ

یہ غزوۂ احزاب اور بنو قریظہ کے معاملے سے فراغت کے بعد پہلا سریہ تھا۔ اس سریہ میں مسلمانوں کی تعداد تیس سواروں پر مشتمل تھی۔ اس سریہ میں نبی کریم ﷺ نے سیدنا محمد بن مسلمہؓ پہ اعتماد کرتے ہوئے انہیں قیادت سونپی، یہ سریہ **قرطاء** کی طرف روانہ ہوا، جو ضریہ کے علاقے کے قریب، نجد کی سرزمین میں واقع تھا۔ ضریہ اور مدینہ کے درمیان سات راتوں کی مسافت تھی۔ یہ لشکر

محرم ۶ ہجری کی دس راتیں گزرنے کے بعد روانہ ہوا اور بنی بکر بن کلاب کے علاقے میں پہنچا۔ جب مسلمانوں نے وہاں اچانک حملہ کیا تو دشمن کے لوگ بھاگ نکلے، اور مسلمان وہاں سے اونٹ اور بکریاں ہانک لائے۔ پھر وہ محرم کی آخری رات مدینہ واپس پہنچے۔ ان کے ساتھ ثمامہ بن اُثال حنفی بھی تھے، جو بنی حنیفہ کے سردار تھے۔ اس وقت اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور اس منصوبے پہ عمل پیرا بھی تھے ثمامہ دراصل اپنے ہی قبیلے کہ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے حکم پر نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی نیت سے، بھیس بدل کر نکلے تھے، مگر مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ جب وہ مدینہ لائے گئے تو انہیں مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ اس سریہ میں ان کی قیادت کے کئی پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ انہوں نے تیس سواروں کے ایک مختصر مگر متحرک دستے کے ساتھ نجد کے دور افتادہ علاقے تک پیش قدمی کی۔ دوم یہ کہ انہوں نے اچانک یلغار کے ذریعے دشمن کو منتشر کر دیا، یہاں تک کہ وہ بھاگ نکلے اور مسلمان مالِ غنیمت لے کر کامیاب واپس آئے۔ سوم یہ کہ اسی مہم کے دوران ثمامہ بن اُثال جیسے بڑے سردار کی گرفتاری بھی عمل میں آئی، جو بعد میں اسلام کے لیے نہایت بابرکت ثابت ہوئی کیونکہ ثمامہؓ نبی کریم ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے اور نجد میں مسلمانوں کو ایک عظیم حلیف مل گیا اور اس کے ساتھ قریش مکہ ایک حلیف سے محروم ہو گئے۔ اس طرح بظاہر ایک فوجی مہم، سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی قیادت میں، نہ صرف عسکری کامیابی پر منتج ہوئی بلکہ اس کے نتیجے میں ایک عظیم شخصیت اسلام میں داخل ہوئی، اور بعد میں اس کے ذریعے قریش پر معاشی دباؤ بھی پڑا۔

سریۂ ذی القصہ میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی آزمائش

محرم ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی قیادت میں دس افراد پہ مشتمل ایک مختصر دستہ روانہ فرمایا۔ اس مہم کا رخ بنو ثعلبہ کی شاخ بنو عوال بمقام ذی القصہ کی طرف تھا جو مدینہ کے قریب ہی واقع بستی ہے۔ یہ ایک چھوٹا مگر نہایت حساس دستہ تھا، جو دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور ضروری کارروائی کے لیے بھیجا گیا تھا۔ جب سیدنا محمد بن مسلمہؓ اپنے رفقاء کے ساتھ اس علاقے میں پہنچے تو بظاہر ماحول پر سکون دکھائی دیتا تھا، لیکن حقیقت میں دشمن پوری تیاری کے ساتھ گھات لگائے بیٹھا تھا۔ بنو ثعلبہ کے لوگ کمین گاہوں میں چھپ گئے اور نہایت خاموشی کے ساتھ مناسب موقع کے انتظار میں رہے۔ ادھر مسلمان، چونکہ رات کا وقت تھا اور فوری حملے کا کوئی ظاہری اندیشہ محسوس نہ ہوا، اس لیے کچھ اطمینان کے ساتھ آرام کے لیے لیٹ گئے۔ لیکن یہ اطمینان

زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ ابھی مسلمان پوری طرح بے فکر ہی ہوئے تھے کہ اچانک دشمن ان کے سروں پر آن پہنچا۔ یکایک حملے کی اس شدت نے فضا کو بدل کر رکھ دیا۔ ایسے نازک اور ہنگامی لمحے میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ نے ہی سب سے پہلے اور فوری اپنے ساتھیوں کو متنبہ کیا۔ مسلمانوں نے اٹھتے ہی مدافعت شروع کر دی اور تیر اندازی کے ذریعے دشمن کا مقابلہ کیا۔ دشمن نے بھی بھرپور تیر برسائے، مگر ان کی تعداد زیادہ تھی، جبکہ مسلمانوں کا یہ دستہ بہت مختصر تھا۔ نتیجتاً سخت مقابلے کے بعد سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے نو ساتھی یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے خود سیدنا محمد بن مسلمہؓ خود بھی شدید زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے۔ دشمن کے ایک آدمی نے ان کی کہنی پر وار کیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اب ان میں حرکت باقی نہیں رہی تو اسے گمان ہوا کہ یہ بھی شہید ہو چکے ہیں، چنانچہ انہیں مردہ سمجھ کر وہیں چھوڑ دیا۔ اس طرح میدان خاموش ہو گیا، رفقاء شہادت سے سرفراز ہو گئے، اور سیدنا محمد بن مسلمہؓ زخموں سے چور، نیم جان حالت میں زمین پر پڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی زندگی ابھی باقی رکھنی تھی۔ اتفاق سے کچھ دیر بعد وہاں سے ایک صحابی کا گزر ہوا۔ جب انہوں نے اس جگہ پہنچ کر مسلمانوں کی لاشیں دیکھیں تو دل دہل گیا اور بے اختیار ان کی زبان سے نکلا: إنا لله وإنا إليه راجعون۔ اسی اثنا میں انہیں محسوس ہوا کہ ایک جسم میں ہلکی سی حرکت ہے۔ غور سے دیکھا تو وہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ تھے، جو ابھی زندہ تھے۔ انہوں نے فوراً انہیں سنبھالا، اٹھایا اور مدینہ منورہ لے آئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں اس جان لیوا حملے سے بچا لیا۔ یہ واقعہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی زندگی کے ان نہایت کٹھن اور دردناک ابواب میں سے ہے جن میں ایک جانب ان کی قیادت میں نکلنے والا مختصر اسلامی دستہ جامِ شہادت نوش کرتا ہے، اور دوسری جانب خود وہ موت کے دہانے تک پہنچ کر بھی زندہ بچ جاتے ہیں۔ اس سریہ سے ان کی شجاعت کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی نمایاں ہوتی ہے کہ وہ ان صحابہ میں سے تھے جو خطرناک سے خطرناک ذمہ داری بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں قبول کرتے، مختصر نفری کے ساتھ بھی نکلتے، اور انتہائی دشوار حالات میں بھی میدان نہیں چھوڑتے تھے۔

حدیبیہ کے موقع پر سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی بیداری، قیادت اور دفاعی کردار

سریۂ ذی القصہ میں شدید زخمی ہونے کے بعد جب سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے زخم بھر گئے، تو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کا اعلان فرمایا۔ یہ وہ مبارک سفر تھا جو بعد میں حدیبیہ کے عظیم واقعے پر منتج ہوا۔ سیدنا محمد بن مسلمہؓ بھی شوقِ عبادت اور محبتِ رسول ﷺ سے سرشار ہو کر اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ ان کا دل اگرچہ ابھی حالیہ زخموں کی یاد سے خالی نہ تھا، مگر عزم و ایمان

کی قوت نے انہیں پھر صفِ رفاقت میں لا کھڑا کیا۔ سفر کے دوران جب مسلمان مختلف منزلوں پر اترتے اور آرام کرتے، تو رسول اللہ ﷺ نے پہرے کی ذمہ داری سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے سپرد فرمائی۔ یہ معمولی ذمہ داری نہ تھی۔ ایک طرف قافلہ عبادت کی نیت سے نکلا تھا، دوسری طرف قریش کی دشمنی، مکہ کے اطراف کی کشیدہ فضا، اور کسی بھی اچانک حملے کا امکان اپنی جگہ موجود تھا۔ ایسے حساس موقع پر شب بیداری، نگرانی اور دفاعی انتظام کے لیے جس صحابی کو منتخب کیا گیا، وہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ تھے۔ یہ خود ان کی فراست، چوکسی، عسکری صلاحیت اور نبوی اعتماد کی روشن دلیل ہے۔ جب مسلمان حدیبیہ کے مقام پر پہنچے اور قریش کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا تو مکہ کے کچھ جوشیلے، جنگ پسند اور شریر نوجوان اس صورتِ حال سے بے چین ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے بڑے اور بااثر لوگ جنگ کے بجائے صلح کی طرف مائل ہیں، تو ان کے جذبات بھڑک اٹھے۔ ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر رات کی تاریکی میں مسلمانوں کے کیمپ پر اچانک حملہ کر دیا جائے، وہاں کچھ ہنگامہ برپا کر دیا جائے، اور ایسی صورت پیدا کر دی جائے کہ دونوں طرف سے تلواریں کھنچ جائیں، تو صلح کی کوشش ناکام ہو جائے گی اور جنگ کی آگ پھر بھڑک اٹھے گی۔

چنانچہ انہوں نے اپنے اس ناپاک منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کر لیا۔ رات کی تاریکی میں، جبلِ تنعیم کی سمت سے، ستر یا اسی نوجوانوں کا ایک دستہ خاموشی کے ساتھ نیچے اترا۔ ان کی نیت یہی تھی کہ حالتِ احرام میں ان مسلمانوں کے کیمپ میں چپکے سے داخل ہو کر ایسا اضطراب پیدا کریں کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں۔ بظاہر یہ ایک مخفی کارروائی تھی، مگر اسلامی خیمہ گاہ غفلت کا شکار نہ تھی۔ وہاں نگاہیں جاگ رہی تھیں، اور ان جاگتی ہوئی نگاہوں کے نگہبان سیدنا محمد بن مسلمہؓ تھے۔

آپؓ نے اپنے ساتھی پہرے داروں کے ساتھ نہایت بیداری، نظم اور حاضر دماغی سے اس خطرے کا مقابلہ کیا۔ وہ نوجوان ابھی اپنے مقصد میں کامیاب بھی نہ ہونے پائے تھے کہ مسلمانوں کے چوکنا محافظوں نے انہیں گھیر لیا۔ سیدنا محمد بن مسلمہؓ، جو اس پہرے کے کمانڈر تھے، انہوں نے ان سب کو ایسے گرفتار کیا کہ وہ کسی مسلمان کا بال بھی بیکا نہ کر سکے اور وہ سب کے سب گرفتار ہو چکے تھے۔ اس طرح ایک ایسا خطرناک منصوبہ، جو صلح کے پورے عمل کو سبوتاژ کر سکتا تھا، بروقت ناکام بنا دیا گیا۔ اس واقعے میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی دفاعی بصیرت، عسکری تجربہ، قوتِ فیصلہ اور فوری اقدام پوری شان کے ساتھ نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔

یہاں ان کی شخصیت کا ایک نہایت اہم پہلو سامنے آتا ہے: وہ صرف حملہ آور مجاہد نہ تھے، بلکہ حفاظتی نظم، دفاعی چوکسی اور بحران کے وقت فوری گرفت کی بھی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ انہوں نے نہ صرف خطرے کو بھانپا بلکہ بغیر کسی غیر ضروری شور و غوغا کے اسے قابو میں کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیبیہ جیسے نہایت نازک مرحلے میں، جہاں ایک چھوٹی سی بے احتیاطی بڑے تصادم کا سبب بن سکتی تھی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے ذریعے ایک عظیم فتنہ سے بچا لیا۔ اس کے بعد جب ان گرفتار شدگان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ نے اپنی غیر معمولی حلم، بصیرت اور صلح جوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں معاف فرما دیا اور آزاد کر دیا۔ حالانکہ مسلمان ان پر قابو پا چکے تھے اور اگر چاہتے تو ان سے سخت معاملہ کر سکتے تھے، مگر نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر رحمت، بردباری اور سیاسی حکمت کا راستہ اختیار فرمایا، تاکہ صلح کی فضا برقرار رہے اور قریش پر یہ واضح ہو جائے کہ مسلمان جنگ کے خواہاں نہیں، بلکہ امن، اطمینان اور اللہ کے گھر کی حاضری کے طالب ہیں۔ اسی موقع کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم آیت نازل فرمائی: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ اور وہی ہے جس نے بطنِ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمہیں ان پر قابو دے چکا تھا۔ (الفتح: ۲۴)

یہ آیت اس پورے منظر کی نہایت بلیغ تفسیر ہے۔ ایک طرف دشمن کے ہاتھ مسلمانوں تک پہنچنے سے روک دیے گئے، دوسری طرف مسلمانوں کو قدرت مل جانے کے باوجود ان کے ہاتھ بھی بے جا انتقام کے لیے نہ اٹھنے دیے گئے۔ گویا یہ صرف ایک فوجی کامیابی نہ تھی بلکہ ایک اخلاقی، سیاسی اور ربانی نصرت تھی جس نے صلح اور فتح مکہ کی بنیاد رکھی اور اس ربانی نصرت کے ظاہری اسباب میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی چوکسی، قیادت اور بروقت اقدام کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ دوسری طرف سیدنا محمد بن مسلمہؓ کو بیعتِ رضوان میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہو گیا جن کے بارے خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ اللہ مومنین سے راضی ہوا۔ جب کہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ (الفتح: ۱۸)

غزوہ خیبر میں محمد بن مسلمہؓ کی شرکت

غزوہ خیبر میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ شریک ہوئے اور اس جنگ میں ان کے بھائی سیدنا محمود بن مسلمہؓ شہید ہو گئے تھے اس کے علاوہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ نے نبی کریم ﷺ کو کہا کہ انہیں اجازت دی جائے کہ وہ مرحب کے ساتھ مقابلہ کریں لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے سیدنا علیؓ کا انتخاب کیا اور وہ اس کو قتل کرنے میں کامیاب رہے اور مسلمان فاتح رہے، اس جنگ میں یہود کا ایک سردار اور شاعر کنانہ بن ربیع جو کنانہ ابن ابی الحقیق کے نام سے معروف تھا اور بنو نضیر کے سرداروں میں سے تھا اس کے ساتھ ساتھ وہ بنو نضیر کا خزانچی بھی تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس کنانہ بن ابی الحقیق لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے خزانے سے متعلق دریافت کیا تو اس نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ اسے خزانے کی جگہ کے بارے میں کوئی علم ہے۔ اس کے بعد ایک یہودی نے آکر بتایا کہ میں کنانہ کو روزانہ اس ویرانے کا چکر لگاتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے کنانہ سے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر یہ خزانہ ہم نے تمہارے پاس سے برآمد کر لیا تو پھر تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے نا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے ویرانہ کھودنے کا حکم دیا۔ اور اس سے کچھ خزانہ برآمد ہوا۔ پھر باقی ماندہ خزانہ کے متعلق آپ ﷺ نے دریافت کیا تو اس نے پھر ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے اسے سیدنا زبیرؓ کے حوالے کر دیا اور فرمایا: اسے سزا دو، یہاں تک کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب کا سب ہمیں حاصل ہو جائے۔ زبیرؓ نے اس کے سینے پر چقماق کی ٹھوکریں ماریں یہاں تک کہ اس کی جان پر بن آئی۔ پھر اسے رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہؓ کے حوالے کر دیا۔ اور انہوں نے محمود بن مسلمہ کے بدلے اس کی گردن ماردی (محمود سایہ حاصل کرنے کے لیے قلعہ ناعم کی دیوار کے نیچے بیٹھے تھے کہ اس شخص نے ان پر چکی کا پاٹ گرا کر انہیں قتل کر دیا تھا)۔

عمرۃ القضاء میں ان کی عسکری ذمہ داری اور فارس رسول اللہ ﷺ کا لقب

اب صلح حدیبیہ کو ایک سال گزر چکا تھا اور معاہدے کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور اَصحاب رسولؐ کو اب عمرہ کرنے اور تین دن مکہ میں رکنے کی اجازت تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ عمرۃ القضاء کے لیے تشریف لے گئے اور ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے آگے سو گھوڑوں کا لشکر روانہ کیا اور اس پر سیدنا محمد بن مسلمہؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ ذمہ داری نہایت اہم تھی، کیونکہ عمرۃ القضاء بظاہر عبادت کا سفر تھا، لیکن قریش کے ساتھ سابقہ حالات، معاہدے کی نزاکت، اور ممکنہ خطرات کے پیشِ نظر عسکری نظم بھی ضروری تھا۔ ایسے موقع پر گھڑ سوار دستے کی قیادت سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے سپرد کرنا، ان کی سوارانہ مہارت، عسکری وقار اور نبوی اعتماد کی

بہت بڑی دلیل ہے۔ یہ محض انتظامی منصب نہ تھا بلکہ ایک ایسے مرحلے میں دیا گیا منصب تھا جہاں عبادت، سیاست، عسکری احتیاط اور اسلامی وقار سب جمع تھے۔ اسی وجہ سے بعض اہل سیر نے انہیں فارس رسول اللہ ﷺ کہا ہے۔

فتحِ مکہ میں شرکت

اہلِ سیر کا عمومی بیان ہے کہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام مشاہد میں شریک رہے، سوائے تبوک کے، جہاں نیابتِ مدینہ کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔ اسی اصول کے مطابق فتحِ مکہ میں ان کی شرکت بھی ثابت ہوتی ہے۔ فتحِ مکہ وہ دن تھا جب صبر، قربانی، ہجرت، جہاد اور نبوی دعوت کی طویل جدوجہد ایک عظیم اور ظاہر فتح کی صورت میں سامنے آئی۔ ایسے مبارک دن میں انصار و مہاجرین کے وہ اکابر موجود تھے جو ابتدا سے آخر تک دعوت کے ساتھ جڑے رہے، اور سیدنا محمد بن مسلمہؓ انہی جاں نثار رفقا میں شامل تھے۔

تبوک میں عدمِ شرکت اور مدینہ پر نیابت

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی پوری عسکری زندگی میں صرف ایک بڑا غزوہ ایسا ہے جس میں وہ بنفسِ نفیس شریک نہ ہوئے، اور وہ غزوۂ تبوک ہے۔ مگر یہ عدمِ شرکت محرومی یا کمزوری کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ مدینہ پر نیابت ایک نہایت بڑا اعزاز تھا۔ تبوک کا سفر طویل، کٹھن اور نہایت حساس تھا۔ ایک طرف رومی خطرہ تھا، دوسری طرف مدینہ کے اندر منافقین کی سرگرمیاں موجود تھیں۔ ایسے وقت میں مرکزِ اسلام کی نگرانی کے لیے ایک ایسے صحابی کی ضرورت تھی جو اعتماد، دیانت، انتظامی صلاحیت اور دینی غیرت میں کامل ہو۔ سیدنا محمد بن مسلمہؓ کا اس منصب کے لیے انتخاب اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ انہیں اپنے ممتاز اور قابلِ اعتماد رجال میں شمار فرماتے تھے۔

خلافتِ راشدہ میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ کا کردار

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی عظمت صرف عہدِ نبوی کی مجاہدانہ خدمات تک محدود نہ تھی، بلکہ خلافتِ راشدہ کے دور میں بھی ان کی شخصیت پوری قوت کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ وہ مصر کی فتح میں سیدنا زبیرؓ کے ساتھ شریک تھے، خلفائے راشدین میں سے خصوصاً سیدنا عمر بن خطابؓ کے زمانے میں ان کا مقام نہایت نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ وہ ان اصحاب میں سے تھے جن پر سیدنا عمرؓ کو خاص اعتماد تھا۔ ان

کی دیانت، قوتِ فیصلہ، بے لاگ طبیعت اور امانت داری ایسی تھی کہ انہیں محض ایک عامل یا مجاہد کے طور پر نہیں بلکہ ریاستی نظم و احتساب کے ایک معتبر ستون کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اہلِ سیر نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے انہیں جہینہ کے صدقات پر عامل مقرر فرمایا۔ اس تقرر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مالی معاملات، انتظامی نظم اور دیانت کے باب میں نہایت معتبر تھے، کیونکہ زکوٰۃ و صدقات کا باب صرف حساب کتاب کا معاملہ نہیں بلکہ امانت، عدل اور معاشرتی ذمہ داری سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔

سیدنا عمرؓ کے ہاں ان کا خاص مقام

سیدنا عمرؓ کی سیاسی بصیرت اور رجال شناسی معروف ہے۔ وہ ہر شخص کو اسی میدان میں استعمال کرتے تھے جس کے لیے وہ زیادہ موزوں ہو۔ سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے بارے میں آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمرؓ ان پر غیر معمولی اعتماد رکھتے تھے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جب سیدنا عمرؓ چاہتے کہ کوئی کام عین ان کی مرضی کے مطابق انجام پائے تو وہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ کو بھیجتے۔ یہ جملہ معمولی نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف وفادار تھے بلکہ حکومتی مقصد کو صحیح طور پر سمجھنے، اسے نافذ کرنے، اور کسی مداہنت یا کمزوری کے بغیر مطلوبہ نتیجہ تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فاروقی دور میں وہ ایک ایسے معتمد صحابی کی حیثیت اختیار کر گئے تھے جو انتظامی نگرانی، احتساب اور تحقیق جیسے نازک امور کے لیے منتخب کیے جاتے تھے۔

عمال کی نگرانی اور احتسابی خدمات

سیدنا محمد بن مسلمہؓ سیدنا عمرؓ کے زمانے میں صاحبُ العُمّال تھے، یعنی ایک اعتبار سے گورنروں اور عمال کے معاملات کی نگرانی میں ان کا اہم کردار تھا۔ بعض روایات میں یہاں تک منقول ہے کہ سیدنا عمرؓ انہیں اپنے عمال کی طرف بھیجتے تاکہ ان کے اموال کا جائزہ لیں، اور جہاں ضرورت ہو وہاں زائد مال واپس لیا جائے۔ اس سے ان کی شخصیت کا ایک نہایت اہم پہلو سامنے آتا ہے۔ وہ صرف جنگی خدمات کے لیے مشہور نہ تھے بلکہ اسلامی ریاست میں مالی شفافیت، حاکمانہ احتساب اور نظمِ حکومت کے استحکام میں بھی ان کا حصہ تھا۔ اس کام کے لیے جس طبیعت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ نہایت متوازن مگر مضبوط، دیانت دار مگر بے باک، اور حکمران کے مقاصد سے پوری طرح ہم آہنگ ہونی چاہیے۔ سیدنا محمد بن مسلمہؓ میں یہ تمام صفات جمع تھیں۔

پیچیدہ مسائل حل کرنے میں ان کی مہارت

بعض اہلِ علم نے صراحت کی ہے کہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ سیدنا عمرؓ کے ہاں کشفِ امورِ معضلہ کے لیے تیار رکھے گئے تھے، یعنی جب کسی علاقے، عامل یا معاملے میں پیچیدگی پیش آتی تو سیدنا عمرؓ ان کی خدمات لیتے۔ یہ تعبیر نہایت معنی خیز ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صرف خبر رساں یا تفتیشی نمائندہ تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان رجالِ کار میں سے تھے جو مشکل حالات میں حقیقت تک پہنچنے، حالات کا صحیح اندازہ لگانے، اور فیصلہ کن قدم اٹھانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ایسے افراد ہر دور میں کم ہوتے ہیں، اور اسلامی ریاست کے استحکام میں ان کا کردار بنیادی ہوتا ہے۔

سعد بن ابی وقاصؓ کے قصر کا واقعہ

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے بارے میں ایک مشہور واقعہ وہ ہے جس میں سیدنا عمرؓ نے انہیں سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس کوفہ بھیجا۔ روایت میں آتا ہے کہ سیدنا عمرؓ کو اطلاع ملی کہ سیدنا سعد نے ایک قصر تعمیر کیا ہے اور اس پر ایسا دروازہ بنالیا ہے کہ لوگوں کی آواز اندر نہیں پہنچتی۔ اس پر سیدنا عمرؓ نے سیدنا محمد بن مسلمہؓ کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر دروازے کے پاس آگ جلائی اور اسے جلا دیا، پھر سعدؓ کو سیدنا عمرؓ کے استفسار سے آگاہ کیا۔ اس واقعے میں کئی پہلو قابلِ غور ہیں۔ ایک یہ کہ سیدنا عمرؓ حکام و عمال کو عوام سے دور، متکبرانہ یا شاہانہ طرزِ زندگی اختیار کرنے سے روکتے تھے۔ دوسرا یہ کہ اس اصلاحی مشن کے لیے انہوں نے جس شخص کو منتخب کیا، وہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ تھے۔ تیسرا یہ کہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ نے اس ذمہ داری کو پورے عزم کے ساتھ ادا کیا، نہ رتبے سے مرعوب ہوئے، نہ تعلقات کی وجہ سے مداہنت کی۔ یہ ان کی قوتِ امانت اور عدل پسندی کی کھلی دلیل ہے۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ اس واقعے کے بعض الفاظ اور تفصیلات مختلف طرق میں مختلف ہیں، لیکن اصل مفہوم یہی ہے کہ سیدنا عمرؓ نے انہیں اصلاح واحتساب کے لیے بھیجا، اور انہوں نے اس ذمہ داری کو نہایت سنجیدگی سے ادا کیا۔

سیدنا عمرؓ کے ساتھ ایک اہم مکالمہ

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے مقام کو واضح کرنے والی ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے ان سے پوچھا: يا محمد، كيف تراني؟ اے محمد! تم مجھے کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: أراك كما أحب، وكما يحب من يحب لك الخير، قويًّا على جمع المال، عفيفًا عنه، عدلًا في قسمه، ولو ملت عدلناك كما يعدل السهم في الثقاف. میں آپ کو ویسا ہی پاتا ہوں جیسا میں چاہتا ہوں، اور جیسا

ہر خیر خواہ آپ کے لیے چاہتا ہے: مال جمع کرنے میں مضبوط، اس سے پاک دامن، اور تقسیم میں عادل۔ اور اگر آپ ٹیڑھے ہو جائیں تو ہم آپ کو اسی طرح سیدھا کر دیں گے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ اس پر سیدنا عمرؓ نے کہا: الحمد لله الذي جعلني في قوم إذا ملت عدلوني. اللہ کا شکر ہے کہ مجھے ایسے لوگ میسر ہیں جو میرے انحراف کی صورت میں مجھے سیدھا کر دیں۔ یہ مکالمہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی شخصیت کے کئی گوشے روشن کرتا ہے۔ ایک طرف وہ امیر المؤمنین کے خیر خواہ ہیں، دوسری طرف مداہنت نہیں کرتے؛ ایک طرف ادب قائم رکھتے ہیں، دوسری طرف حق بات پورے وزن سے کہہ دیتے ہیں۔ یہی صالح ریاست اور صالح رجال کا وصف ہے کہ وہ محبت کے ساتھ نصیحت کرتے ہیں اور نصیحت میں کمزوری نہیں دکھاتے۔

فتنوں کے زمانے میں ان کا موقف

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی سیرت کا نہایت درخشاں اور سبق آموز باب وہ ہے جو فتنوں کے زمانے سے متعلق ہے۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب امت داخلی اضطراب، خانہ جنگی اور باہمی قتال کی طرف بڑھی، تو سیدنا محمد بن مسلمہؓ نے اس سارے معاملے میں نہایت محتاط، زاہدانہ اور نبوی ہدایت کے مطابق موقف اختیار کیا۔ وہ نہ جنگِ جمل میں شریک ہوئے اور نہ صفین میں۔

یہ طرزِ عمل ان کی کمزوری یا بے بصیرتی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ ایک نبوی وصیت پر عمل تھا جسے وہ پوری زندگی سینے سے لگائے رہے۔ اسی لیے ان کے بارے میں اس امت میں سے فتنوں کے متعلق سب سے زیادہ باخبر شخصیت سیدنا حذیفہؓ سے یہ کلمات منقول ہیں کہ: إني لأعرف رجلًا لا تضره الفتنة. میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جسے فتنہ نقصان نہیں پہنچائے گا اور اس سے مراد سیدنا محمد بن مسلمہؓ تھے۔ بعض روایات میں حذیفہؓ نے اس بات کی نسبت براہِ راست نبی کریم ﷺ کی سماع کی طرف بھی کی ہے۔

نبوی وصیت اور تلوار توڑ دینے کا واقعہ

سیدنا محمد بن مسلمہؓ سے روایت ہے کہ: أَعْطَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْفًا فَقَالَ: قَاتِلِ الْمُشْرِكِينَ مَا قُوتِلُوا، فَإِذَا رَأَيْتَ أُمَّتِي يَضْرِبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَأْتِ بِهِ أُحُدًا فَاضْرِبْهُ حَتَّى يَنْكَسِرَ، ثُمَّ اجْلِسْ فِي بَيْتِكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ خَاطِئَةٌ أَوْ مَنِيَّةٌ قَاضِيَةٌ. رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک تلوار دی اور فرمایا کہ اس کے ذریعے مشرکوں سے لڑو، لیکن جب مسلمانوں کو آپس میں لڑتے دیکھو تو اسے پتھر پر مار کر توڑ دینا، پھر اپنے گھر میں بیٹھ جانا، یہاں تک کہ یا تو کوئی خطاکار ہاتھ تم تک پہنچے یا فیصلہ کن موت

آجائے۔ اسی مضمون کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں کہ: يَا مُحَمَّدُ بْنَ مَسْلَمَةَ، جَاهِدْ بِهَذَا السَّيْفِ فِي سَبِيلِ اللهِ، حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِئَتَيْنِ تَقْتَتِلَانِ فَاضْرِبْ بِهِ الْحَجَرَ حَتَّى تَكْسِرَهُ، ثُمَّ كُفَّ لِسَانَكَ وَيَدَكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ مَنِيَّةٌ قَاضِيَةٌ أَوْ يَدٌ خَاطِئَةٌ . اے محمد بن مسلمہ !جب تم مسلمانوں کے دو گروہوں کو آپس میں برسرِ جنگ دیکھو تو اپنی تلوار کو پتھر پر مار کر توڑ دینا، پھر اپنی زبان اور ہاتھ کو روک لینا۔

جب سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد حالات خراب ہوئے تو سیدنا محمد بن مسلمہؓ نے اس نبوی ہدایت پر واقعی عمل کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں ایک پتھر کے پاس گئے اور اپنی تلوار کو اس پر مارتے رہے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ گئی۔ یہ واقعہ محض ایک علامتی عمل نہ تھا بلکہ ایک کامل التزام کا اظہار تھا۔ انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ اب میری تلوار مسلمانوں کے خون میں شریک نہ ہو گی۔

لکڑی کی تلوار اور ربذہ کی گوشہ نشینی

بعض روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے لکڑی کی تلوار بنالی تھی اور اسے نیام میں رکھا ہوا تھا، تاکہ اگر کبھی بظاہر ہتھیار رکھنے کی صورت ہو بھی تو اس سے خون نہ بہے۔ یہ منظر ان کے فتنوں سے اجتناب کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ بعد ازاں وہ مدینہ کے مشرق میں تقریباً ۷۰ اکلومیٹر دور علاقے ربذہ چلے گئے اور وہاں ایک مدت تک قیام کیا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ کسی شخص نے انہیں آبادی سے دور الگ تھلگ خیمے میں دیکھا اور وہ اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے تو کہا: يرحمك الله، أراك رجلًا من خيار المسلمين، تركتَ بلدَك ودارَك وأهلَك وجيرانَك؟ آپ مسلمانوں کے بہترین لوگوں میں سے ہیں، آپ نے اپنا شہر، اپنا گھر، اپنے اہل و عیال اور اپنے پڑوسی کیوں چھوڑ دیے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ: تركتُه كراهيةَ الشرِّ، ما في نفسي أن تشتملَ على مِصْرٍ من أمصارهم حتى تنجلي عمّا انجلت. میں نے یہ سب شر سے نفرت کی وجہ سے چھوڑا ہے، اور میں اس وقت تک ان کے شہروں میں سے کسی شہر میں رہنا پسند نہیں کرتا جب تک یہ فتنہ ختم نہ ہو جائے۔

اس جواب میں سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی آخرت اندیشی، خونِ مسلم کی حرمت کا احساس، اور فتنہ کی آگ سے مکمل دوری کا مزاج واضح ہوتا ہے۔ یہ رویہ بسا اوقات بعض لوگوں کو غیر فعال نظر آ سکتا ہے، لیکن در حقیقت یہ نہایت فعال تقویٰ تھا، کیونکہ انہوں نے اپنی خواہش، اپنی قوت اور اپنے امکانِ اثر کو بھی نبوی وصیت کے تابع کر دیا۔

اہلِ فتنے سے ان کی علیحدگی اور شہادت کا ذکر

بعض تاریخی روایات میں یہ ذکر بھی آیا ہے کہ جب سیدنا معاویہؓ اہلِ شام کے ساتھ آئے تو اردن کے ایک بدبخت شخص کو سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے اس طرزِ عمل پر غصہ آیا کہ وہ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے درمیان ہونے والے قتال میں الگ رہے تھے، چنانچہ وہ ان کے گھر میں گھس آیا اور انہیں قتل کر دیا۔ یہ روایت ان کے پہلے سے مذکور اس وصف کی مزید تائید کرتی ہے کہ وہ فتنے سے دور رہے، اور بعض شدت پسند عناصر کو ان کی یہ کنارہ کشی ناگوار بھی گزری۔ تاہم چونکہ ان کی وفات کے باب میں مختلف روایات ملتی ہیں، اس لیے بہتر طرز یہی ہے کہ قتل کے اس ذکر کو بھی امانت کے ساتھ نقل کیا جائے اور مطلق جزم سے اجتناب کیا جائے۔

ازواج و اولاد

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے خانوادے کے باب میں اہلِ سیر نے اتنا ضرور محفوظ رکھا ہے کہ آپ کی اولاد خاصی کثیر تھی۔ مشہور قول کے مطابق آپ کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ یہ تعداد خود اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپ کا گھرانہ وسعت رکھتا تھا اور آپ کی نسل آگے چلی۔ یہ بھی سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو ہے کہ ایک طرف وہ میدانِ جہاد، سرایا، غزوات، ریاستی ذمہ داریوں اور فتنوں کے دور کی کنارہ کشی جیسے بڑے بڑے کاموں میں نظر آتے ہیں، اور دوسری طرف ان کے گھرانے کی وسعت اس بات کی خبر دیتی ہے کہ وہ صرف ایک عسکری یا سیاسی شخصیت نہ تھے، بلکہ ایک خاندانی زندگی بھی رکھتے تھے۔ ان کی اولاد میں بعض افراد بعد میں روایت اور نقلِ علم کے ذریعے بھی معروف ہوئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا گھر محض نسبی اعتبار سے نہیں بلکہ علمی اعتبار سے بھی امت کے لیے نافع ثابت ہوا۔

اولاد میں محمود بن محمد کا مقام

آپ کی اولاد میں محمود بن محمد بن مسلمہ کا نام خاص طور پر نمایاں ہے، کیونکہ وہ اپنے والد سے روایت کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ نے اپنی اولاد کے اندر دینی وراثت بھی منتقل کی، اور دوسری یہ کہ ان کے گھرانے میں سیرتِ نبوی، احادیث اور واقعاتِ اسلامیہ کی روایت کا سلسلہ جاری رہا۔

تلامذہ اور راویانِ حدیث

سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ سے روایت کرنے والوں میں متعدد معروف تابعین اور صحابہ کے نام ملتے ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے بیٹے محمود بن محمد، المسور بن مخرمہ، سہل بن ابی حثمہ، قبیصہ بن ذؤیب، عبد الرحمن الأعرج، عروہ بن الزبیر، ابو بردہ بن ابی موسیٰ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ یہ فہرست اس بات کا ثبوت ہے کہ سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ کا علمی مقام بھی معتبر تھا اور بعد کے اہلِ علم ان کی روایات کو محفوظ کرنے کے خواہاں تھے۔

یہاں ایک خاص بات قابلِ توجہ ہے کہ ان کے تلامذہ اور راویان میں مختلف طبقوں کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو صحابۂ کرام میں سے کم عمر تھے اور بعد میں راوی بنے، اور بعض تابعین ہیں جو براہِ راست یا بالواسطہ ان کے علم سے مستفید ہوئے۔ سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ کی مرویات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایت کردہ احادیث چند اہم ابواب کے گرد گھومتی ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں باب جہاد و مغازی ہے، کیونکہ وہ خود غزوات اور سرایا کے عملی شاہد تھے۔ دوسرا نمایاں باب فتنوں سے اجتناب کا ہے، جس میں ان سے وہ روایت مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک تلوار عطا فرمائی اور حکم دیا کہ مشرکین کے خلاف اس سے جہاد کرو، لیکن جب مسلمانوں کو آپس میں لڑتے دیکھو تو اسے توڑ دینا اور اپنے گھر میں بیٹھ جانا۔ یہ روایت ان کی پوری زندگی کے بعد کے موقف کو سمجھنے میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

اس باب میں ان کا مقام یوں منفرد ہے کہ بہت سے لوگ فتنوں کے زمانے میں اپنی رائے، جذبات، تعلقات یا وقتی مصلحتوں کے تابع ہو جاتے ہیں، مگر سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ نے اپنی پوری سابقہ مجاہدانہ زندگی کے باوجود تلوار روک لی۔ گویا وہ یہ بتا رہے تھے کہ ہر وقت تلوار اٹھانا شجاعت نہیں، بلکہ جس وقت شریعت ہاتھ روکنے کا حکم دے، اس وقت ہاتھ روک لینا ہی اصل شجاعت اور تقویٰ ہے۔

فضائل و مناقب

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے فضائل بہت متنوع اور ہمہ گیر ہیں۔ بعض اکابر ائمہ، مثلاً ابن عبد البر وغیرہ، نے سیدنا محمد بن مسلمہؓ کو من فضلاء الصحابۃ میں شمار کیا ہے۔ یہ تعبیر نہایت اہم ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف معروف صحابی یا صرف مجاہد صحابی نہ تھے، بلکہ ان کے اندر فضل، عقل، دیانت، دین داری، وقار اور حسنِ سیرت کا مجموعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی میں ہمیں شجاعت بھی ملتی ہے، حکمت بھی، اطاعت بھی، خاموشی بھی، اقدام بھی، اور توقف بھی۔ یہ توازن ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے وہ اہلِ مدینہ میں سے اولین اسلام لانے والوں میں سے تھے، اہلِ بدر میں سے ہیں، اور بدری صحابہ کا مقام امت میں نہایت بلند ہے۔ پھر وہ اُحد، خندق اور بعد کے تمام اہم مشاہد میں شریک رہے۔ وہ اُن جاں نثاروں میں تھے جو اُحد کے نازک ترین لمحات میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ان کی ایک عظیم فضیلت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض حساس مہمات میں ان پر خاص اعتماد فرمایا، جیسا کہ کعب بن اشرف کے قتل میں ان کی قیادت، بعض سرایا کی امارت، بیعت رضوان میں شرکت اور بعض مواقع پر مدینہ منورہ پر ان کی نیابت۔ ان کے فضائل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انہیں بعض اہلِ سیر نے فارس نبی اللہ کہا ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کے شہسوار۔ یہ لقب بلا وجہ نہیں ملا، بلکہ اس کے پیچھے ان کی عسکری مہارت، گھڑ سواری، حاضر دماغی اور متعدد مہمات میں قائدانہ کردار تھا۔ پھر خلافتِ فاروقی میں ان کی خدمات اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ محض جنگجو نہ تھے، بلکہ ریاستی ذمہ داریوں، احتساب، نگرانی اور مشکل معاملات کے حل میں بھی ممتاز تھے۔ سیدنا حذیفہؓ کی گواہی بھی ان کے مناقب میں سے ہے کہ فتنہ انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہ دراصل ایک عظیم روحانی اور اخلاقی فضیلت ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے گرد آزمائش نہ ہوگی، بلکہ یہ کہ وہ اس آزمائش میں اپنے دین، بصیرت اور سلامتیِ قلب کو محفوظ رکھیں گے۔ یہی چیز بعد میں ان کی پوری سیرت میں ظاہر ہوئی۔

وفات کا زمانہ اور سنِ وفات میں اختلاف

سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی وفات کے سن میں اہلِ سیر و تاریخ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے ۴۳ ہجری کہا ہے، بعض نے ۴۶ ہجری اور بعض نے ۴۷ ہجری کا ذکر کیا ہے۔ ان کی عمر عموماً ۷۷ سال بیان کی گئی ہے۔ یہ اختلاف پرانے تاریخی مآخذ میں معروف ہے۔ البتہ یہ بات واضح رہے کہ ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی کیونکہ جب مسلمان سیدنا معاویہؓ کی خلافت پہ جمع ہوگئے تو سیدنا محمد بن مسلمہؓ بھی ربذہ سے دوبارہ مدینہ آگئے اور وہ اس چیز کو ناپسند کرتے تھے کہ مدینہ سے باہر مستقل رہائش اختیار کریں۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ انہیں اہلِ شام کے ایک شخص نے، جو اردن کے علاقے سے تھا، گھر میں گھس کر قتل کیا، کیونکہ وہ علیؓ و معاویہؓ کے مابین قتال سے الگ رہے تھے۔ دوسری روایتوں میں صرف وفات کا ذکر ہے۔ اہلِ سیر نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی نمازِ جنازہ گورنر مدینہ مروان بن حکم نے پڑھائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

مصادر و مراجع

سیرۃ ابن ہشام

طبقات ابن سعد

تاریخ خلیفہ ابن خیاط

تاریخ طبری

الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب

زاد المعاد

سیر اعلام النبلاء

الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

الرحیق المختوم